یہ تمثیل دراصل گدھے کی جن صفات کو سامنے رکھ کر پیش کی گئی ہے ان میں سے ایک صفت حمق کی ہے، یعنی گدھا جانوروں میں اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ حواس سے پوری طرح کام نہیں لیتا۔ دوسری صفت ڈر لے اور بدکنے کی ہے کہ ذرا کھٹکا ہوا اور اس نے کان کھڑے کر لئے۔ تیسری صفت بھاگ کھڑے ہونے کی ہے کہ خطرے کا سامنا کرنے یا پیش آمدہ صورت سے نمٹنے کے بجائے اس کا طریق کار ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ شور مچاتا ہوا اس طرح بھاگے گا کہ اس کا انداز دوسرے ساتھیوں کو بھی بھاگنے کی دعوت دینے والا ہو۔

تمثیل میں یہ اشارہ لطیف چھپا ہوا ہے کہ جس طرح شیر کی آمد پر گدھے کا اندھا دھند بھاگ کھڑے ہونا ذریعہ نجات نہیں ہے، بلکہ اگر شیر تعاقب کر رہا ہے تو وہ بہرحال آ ہی لے گا، اسی طرح مشرکین جس دعوت پر غور کئے بغیر اس سے بھاگے پھر رہے ہیں وہ ایک دن ان کو آ لے گی۔

قرآن کے انداز بیان میں ایک پہلو یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ نفس انسانی کا تجزیہ کر کے اس کے چور دروازے، پھر مختلف اخلاقی قدروں کو کرداروں کے پیرائے میں لا کر ان کا تقابل کرتا جاتا ہے۔ پھر وہ ماضی کے واقعات کو حال پر چسپاں کرتا ہے۔ پھر وہ مستقبل (خصوصاً عالم آخرت) کو حال بلکہ ماضی بنا کر دکھاتا ہے تاکہ مخاطب کا ذہن پیش آنے والے احوال کو زیادہ آسانی سے قبل از وقت سمجھ سکے۔

اس طرح اگر قرآن کے طرز بیان کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ طرز بیان نہ تو فلسفیانہ ہے نہ نزاعی خطیبانہ بلکہ اعلیٰ درجے کا ادبی طرز بیان ہے۔ (ن۔ ص)

قرآن میں چوری کی سزا

سوال:

اس خط کے ہمراہ ایک مضمون "قرآن میں چوری کی سزا" کے عنوان سے بھیج رہا ہوں۔ اگر مناسب ہو تو آپ اسے اپنے ماہنامہ میں شائع فرما دیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مختلف لوگ اس پر اظہار خیال کریں۔ اور اگر آپ بھی میرے ساتھ متفق ہوں تو پھر زنا کے جرم کے بارے میں بھی اسی طرح کی تشریح کی جائے۔

مجلسِ دستور ساز پاکستان کے سامنے زنا اور چوری، دو فوجداری جرم ایسے ہیں جن کی شرعی سزا موجودہ رجحانات کے خلاف ہے۔ میرے مضمون کا منشا یہ ہے کہ مجلس مذکورہ کے لئے یہ ممکن ہو جائے کہ وہ اپنے قانون کو ایک طرف قرآن کی سزاؤں کے مطابق بنا سکے اور دوسری طرف لوگوں کے خیالات کا لحاظ بھی رکھ سکے۔ جہاں تک ہو سکے کسی جرم میں قید کی سزا نہ دی جائے اور بید، جرمانہ، جلاوطنی وغیرہ سزاؤں کو رواج دیا جائے تو یہ عین قرآن کے منشا کے مطابق ہوگا۔

نوٹ:- جناب سائل کے محولہ بالا مضمون کے چند ضروری اقتباس یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ اقتباس اخبار پیغام صلح مورخہ یکم نومبر ۱۹۵۰ء کے تراشے سے لئے گئے ہیں جو خط کے ساتھ موصول ہوا ہے۔ (ن۔ ص)

"اس آیت (سورۂ مائدہ — ۳۸، ۳۹) میں چوری کے جرم کی سزا بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ السارق کے ساتھ السارقہ کے لفظ سے تمام مفسرین نے یہی سمجھا ہے کہ اس سے مراد چور عورت ہے" ——— "مگر سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کبھی نوعِ انسان کے لئے کسی انعام یا سزا کا ذکر کرتا ہے تو شاذ و نادر حالتوں کے بغیر صرف مذکر کے لئے کرتا ہے اور مؤنث خود بخود اس میں شامل سمجھی جاتی ہے" ——— "حقیقت یہ ہے کہ یہاں سارقہ سے مراد چور کا معین و مددگار ہے۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں: ایک وہ جو کام کر رہے ہیں اور دوسرے وہ جو ان کے مددگار ہیں۔ مرد اور عورت میں سے بالعموم مرد کام کرنے والا ہوتا ہے اور عورت اس کی مددگار ہوتی ہے۔ اس لئے مددگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید نے بالعموم جہاں کہیں کسی کام یا نتیجہ میں مرد کے ساتھ عورت کا صیغہ استعمال کیا ہے وہاں ہمیشہ اس سے مراد اس کام میں معین و مددگار رہی ہے، خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔ فعلِ زنا میں مرد کا پہلا مددگار زانیہ ہوتی ہے اور دوسرا مددگار وہ دلال ہوتے ہیں جو بیچ میں پیغام رسانی کر کے اسے وقوع میں لاتے ہیں اور تکمیل کراتے ہیں۔ اسی لئے زانیہ کے لفظ میں وہ سب شامل ہیں۔ اسی طرح چوری کا کام بالعموم انجام نہیں پا سکتا، جب تک تالہ بازی کرنے والے، چور کے پناہ دہندہ اور چوری کے مال کے چھپانے والے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سارقہ کے لفظ میں ان سب کو شامل کیا ہے، اور سب کے لئے

ایک ہی سزا یعنی ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے"۔۔۔۔۔"یہ بات کہ یہاں سارقہ سے چور کے مددگار مراد ہیں، اس سے بھی ظاہر ہے کہ سارق اور سارقہ کے درمیان واؤ کا لفظ لایا گیا ہے۔ حالانکہ اگر مراد چور عورت ہوتی تو واؤ کے بجائے اَو کا لفظ ہوتا"۔۔۔۔۔"دوسری بات جو یہاں قابلِ غور ہے، یہ ہے کہ اللہ نے چور کو سچی توبہ کرنے کی مہلت دے کر سزا سے معاف فرمایا ہے، حالانکہ اسلامی فقیہوں کی تعزیرات میں معافی کوئی ذکر نہیں" (اس موقع پر توبہ کے بارے میں چند احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ن۔ ص) "پس میری رائے یہ ہے کہ قرآن کی رو سے چور کو سچی توبہ کرنے کا ایک دفعہ موقع ملنا چاہیئے۔ اگر باوجود توبہ کے وہ پھر چوری کرے تو اس کو ضرور سزا ملنی چاہیئے"۔۔۔۔۔"قرآن جب ایک طرف چور کی معافی کا ذکر کرتا ہے اور دوسری طرف ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے تو اس کا منشا اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ چوری کے لئے کم سے کم سزا یعنی معافی سے لے کر زیادہ سے زیادہ سزا یعنی ہاتھ کاٹنا بتاتا ہے۔ اس واسطے یہ کہنا کہ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کے سوا کچھ نہیں، میرے نزدیک اصولِ قرآن کی غلط تعبیر کرنا ہے"۔۔۔۔۔"قرآن کی رو سے قاضی کو چور اور اس کے مددگاروں کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ وہ ان سے توبہ کرا کے بالکل کورا بھی چھوڑ سکتا ہے اور بید، جرمانہ، قید کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ انتہائی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس تشریح کے ساتھ اس چیخ و پکار کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ قرآن کی سزائیں وحشیانہ سزائیں ہیں جو موجودہ متمدن دنیا میں قابلِ قبول نہیں"۔

جواب:

آپ نے چور کی سزا کے بارے میں جو استدلال فرمایا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ سارقہ اور زانیہ سے مراد سرقہ اور زنا میں مدد کرنے والے لینا محض ایک تکلف ہے جس کے لئے عربی میں کوئی گنجائش نہیں ہے، اور اس طرح قرآنی الفاظ میں زبردستی ایک معنی پیدا کرنے کو میں جائز نہیں سمجھتا۔ رہی یہ بات کہ سارق کے ساتھ سارقہ کی تصریح کرنے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟ تو اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے معاملے میں سزا کی سختی کا تصور لوگوں کو ویسے ہی اچھا خاصا پریشان کرتا ہے، لیکن مرد کی بہ نسبت عورت کے حق میں یہ خیال اور بھی زیادہ پریشان کن ہو سکتا ہے۔ اس لئے صراحت کی گئی کہ مرد ہی نہیں عورت بھی چور ہو تو اس کو ضرور یہ سزا

دی جائے۔ یہی مصلحت زانی کے ساتھ زانیہ کی تصریح میں بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔

واو عطف سے جو معنی آپ نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ عربی زبان میں واوِ عطف محض معیت ہی کے معنی میں نہیں آتا کہ آپ لازماً اس کے معنی یہ کریں کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں پر ایک ساتھ حکم جاری ہو۔ "واو" مطلق جمع کے لئے بھی آتا ہے اور اس سے مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کہ جو حکم بیان کیا جا رہا ہے اس میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں یکساں ہیں۔ اس صورت میں اس کا فائدہ قریب قریب وہی ہوتا ہے جو "او" کا ہے، یعنی خواہ معطوف یا معطوف علیہ، دونوں میں سے جو بھی ہو اس کو وہی حکم پہنچتا ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ اسی لئے تو آیت فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ کا مطلب آپ یہ لیتے ہیں کہ دو دو یا تین تین، یا چار چار، نہ کہ یہ سب ایک ساتھ۔ لہٰذا السارق والسارقۃ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں پر یہی قطعِ ید کا حکم جاری ہوگا۔

چور کی توبہ کے معاملے میں آپ نے جو بحث فرمائی ہے اس میں آپ یہ بھول گئے ہیں کہ آخر کونسا چور ہوگا جسے اگر سزا سے بچنے کی امید ہو تو وہ توبہ نہ کرلے گا؟ اور آپ کس جگہ یہ حد مقرر کریں گے کہ اتنی بار توبہ کر لینے پر بھی جو شخص چوری سے باز نہ آئے تو پھر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

آپ کا یہ سوال بھی صحیح نہیں ہے کہ چوری اور زنا میں مدد کرنے والوں کے لئے قرآن میں کیا سزا مقرر کی گئی ہے؟ ایک یہی معاملہ کیا، قرآن میں تو قانونِ تعزیرات کی بہت سی دفعات کے بارے میں سکوت کیا گیا ہے۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم یا تو ہر جرم کی سزا قرآن ہی سے نکالیں، یا پھر قرآن کے ذکر کردہ جرائم اور سزاؤں کے سوا کسی مجرم پر سزا نہ دیں؟ قرآن تو صرف حدود مقرر کرتا ہے۔ باقی رہا تعزیرات کا معاملہ، تو شریعت میں یہ مسلم ہے کہ اس باب میں حسبِ ضرورت احکام مدوّن کئے جا سکتے ہیں۔ (ا۔م)